زکوٰۃ کا نظام شرعی

ابوسلمان شاہ جہانپوری

جماعتی زندگی اور اس کے خصائص

اسلام نے جماعتی زندگی کے قیام پر جس درجہ زور دیا ہے کسی چیز پر اتنا زور نہیں دیا۔ اسلامی تعلیمات میں جس درجہ اجتماعیت نمایاں ہے، کوئی چیز نمایاں نہیں۔ اجتماعیت اسلامی زندگی کی ایک ایسی خصوصیت ہے کہ دُنیا کا کوئی دین اور مذہب سیاسی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسلام نے فرد کی صلاح و فلاح کو نظر انداز نہیں کیا لیکن اس کی صلاح و فلاح کو اجتماعی زندگی سے وابستہ کر دیا ہے۔

قرآن مجید اور احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر صفحہ اور ہر حکم میں جماعتی زندگی کے خصائص تلاش کئے جا سکتے ہیں لیکن ان سب میں جو اہمیت قیام صلوٰۃ اور ادائے زکوٰۃ کو حاصل ہے وہ اسلام کے کسی حکم کو حاصل نہیں حتّٰی کہ یہ دونوں احکام اسلامی جماعتی زندگی کی شناخت قرار پائے۔ اقرار توحید و رسالت کے بعد صرف ان دو احکام کی تعمیل کسی شخص یا جماعت کو اسلامی برادری یا اسلامی جماعتی زندگی کا رکن بنا دیتی ہے۔

چنانچہ سورۂ توبہ میں فرمایا:۔ وَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ

فی الدِّین۔" یعنی اگر یہ سرکش وباغی قبائل قریش اپنی گزشتہ شرارتوں سے باز آجائیں اور نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں تو پھر ان کے خلاف تمہارا ہاتھ نہیں اٹھنا چاہیئے اب یہ تمہارے دینی بھائی ہو گئے۔"

اسی طرح ان دونوں بلکہ ایک عمل کا ترک وفقدان بھی اسلامی جماعتی زندگی کی خصوصیت مٹا دیتا ہے اور حقِ اخوت چھین لیتا ہے۔ احادیث اس باب میں بے شمار ہیں۔ کفر سے اسلام اور غیر اسلامی زندگی سے اسلامی زندگی کو نماز ہی ممتاز کرتی ہے۔ نماز کا ترک وفقدان غیر اسلامی زندگی کا ثبوت ہے اور جہاں تک اس کے مضر اثرات کا تعلق ہے ترمذی کی اس حدیث میں نتائج کا ذکر صراحۃً موجود ہے "لا یرون کفرًا الا ترك الصلوٰۃ" یعنی بنیادی عقائد کے باوجود ترک نماز مخرج عن الملت ہے۔

اسلامی جماعتی زندگی میں زکوٰۃ کی جو اہمیت ہے، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ عہدِ خلافتِ راشدہ میں جب ایک جماعت نے ادائے زکوٰۃ سے انکار کیا تو اسرار شریعت اور احکام اسلامی کے سب سے بڑے رمز شناس وواقف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے اسی طرح قتال کیا جس طرح دشمنانِ اسلام وملت سے کیا گیا تھا۔ احادیث اس باب میں واضح وقطعی ہیں۔ نماز وزکوٰۃ کے ترک وفقدان کے مخرج عن الملت ہونے میں دو رائے نہیں ہو سکتیں۔ بالفرض لسانِ نبوت وترجمانِ وحی علیہ الصلوٰۃ والسلام اس باب میں بالکل خاموش ہوتی اور اس باب میں مسلمانوں کا کل سرمایۂ فکر قرآن کی آیت کا یہ ٹکڑا ہوتا وان تابوا واقاموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ فاخوانکم فی الدین تو اس باب میں تمام احکام ومسائل کے استنباط کے لئے کافی تھا۔ ظاہر ہے کہ اگر سرکشی سے توبہ اور قیام صلوٰۃ اور زکوٰۃ کا عہدِ مستحکم ان کو اسلامی برادری کا رکن بنا سکتا ہے اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں رکھا کہ ان دو احکام پر عمل اور ان کے قیام کے بعد ان پر ہاتھ اٹھایا جائے تو صرف ادائِ زکوٰۃ وقیام صلوٰۃ کا انکار ان کو اسلامی جماعتی زندگی سے خارج بھی کر سکتا ہے اور ان سے اسلامی حقِ اخوت بھی چھین لے سکتا ہے، اس لئے کہ حقیقۃً نماز یا زکوٰۃ کے قیام وایتاء سے ان کا یہ انکار نہیں بلکہ اسلامی برادری سے خروج اور ارتداد الی الظلم

علان ہے۔ اس کے بعد ان کو کوئی حق نہیں پہنچتا کہ اسلامی جماعتی زندگی کے
سے حصہ پائیں۔

لی میں زکوٰۃ کی اہمیت

اسلام نے جماعتی زندگی کا جو نقشہ پیش کیا ہے، اس میں نماز اور زکوٰۃ کی جو حیثیت
، اوپر کی سطروں میں صرف اشارہ کیا گیا ہے۔ آئندہ سطروں میں ہم حکم زکوٰۃ،
اور زکوٰۃ کے شرعی نظام کی نسبت کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں۔
مصالح زکوٰۃ کی نسبت مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں:[1]

!میں کوئی دین نہیں جس نے محتاجوں کی اعانت اور ابناء جنس کی خدمت کی تلقین
سے عبادت یا عبادت کا لازمی جزء نہ قرار دے دیا ہو لیکن یہ خصوصیت صرف
، وہ صرف اتنے ہی پر قانع نہیں ہوا بلکہ ہر مستطیع مسلمان پر ایک خاص ٹیکس
سے اپنی آمدنی کا حساب کر کے سال بسال ادا کرنا چاہیئے اور پھر اسے اس درجہ
اعمال میں نماز کے بعد اسی کا درجہ ہوا اور قرآن نے ہر جگہ دونوں عملوں کا ایک
یہ بات واضح کر دی کہ کسی جماعت کی اسلامی زندگی کی سب سے پہلی شناخت
، نماز اور زکوٰۃ۔ اگر کوئی جماعت بحیثیت جماعت کے انہیں یک قلم ترک کر دے
مار مسلمانوں میں نہ ہوگا اور یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام نے مانعین زکوٰۃ سے
حضرت ابوبکرؓ نے کہا واللہ لاقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ۔
"

س باب میں اس کی دوسری خصوصیت بھی ہے یعنی وہ علت جو نہ صرف زکوٰۃ
م صدقات و خیرات کے لئے قرار دی گئی اور جس کی وجہ سے اس معاملہ نے
ری ہی نوعیت اختیار کر لی۔
ونَ دُوْلَـةً تاکہ ایسا نہ ہو، مال و دولت صرف دولت مندوں

---

[1] میں مولانا آزاد کی تحاریر کے تمام حوالے ترجمان القرآن جلد دوم سے منقول ہیں۔

بَيْنَ الْاَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ ط کے گروہ ہی میں محصور ہو کر رہ جائے ۔

یعنی زکوٰۃ کا مقصد یہ ہے کہ دولت سب میں پھیلے ، سب میں بٹے ، کسی ایک گروہ ہی کی ٹھیکہ داری نہ ہو جائے ۔

اور حدیث بعث معاذ الی الیمن میں زکوٰۃ کا مقصد یہ فرمایا کہ

توخذ من اغنیائھم ان کے دولت مندوں سے وصول کی جائے اور
فترد فی فقرائھم - پھر ان کے محتاج افراد میں لوٹائی جائے ۔

ان تصریحات سے معلوم ہوا کہ قرآن کی روح احتکار و اختصاص کے خلاف ہے یعنی وہ نہیں چاہتا کہ دولت کسی ایک گروہ کی ٹھیکہ داری میں آجائے یا سوسائٹی میں کوئی ایسا طبقہ پیدا ہو جائے جو دولت کو خزانہ بنا بنا کر جمع کرے ۔ بلکہ وہ چاہتا ہے کہ دولت ہمیشہ سیر و گردش میں رہے اور زیادہ سے زیادہ تمام افراد قوم میں پھیلے اور منقسم ہو ۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے وراثہ کے لئے تقسیم و اسہام کا قانون نافذ کر دیا ۔"

"اور پھر یہی وجہ ہے کہ اس نے سود کا لین دین حرام کر دیا اور قاعدہ یہ ٹھہرایا کہ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِي الصَّدَقٰتِ یعنی اللہ سود کا جذبہ گھٹانا چاہتا ہے اور خیرات کا جذبہ بڑھانا چاہتا ہے ۔ یعنی یہ دونوں باتیں ایک دوسرے کے مقابل ہوئیں ۔ جس قوم میں سود کا جذبہ ابھرے گا اس کے غالب افراد شقاوت و محرومی میں مبتلا رہیں گے ۔ جس قوم میں خیرات کا جذبہ ابھرے گا اس کا کوئی فرد محتاج و مفلس نہیں رہے گا ۔ اور اسی لئے اس نے سود کے معاملہ کو اتنی اہمیت دی کہ فرمایا ۔ جو لوگ اس پر مُصر رہیں گے وہ اللہ اور اس کے رسول کے خلاف اعلان جنگ کریں گے فاذنوا بحرب من اللہ ورسولہ ۔"

مصارفِ زکوٰۃ مصارف زکوٰۃ کے باب میں سورہ توبہ کی یہ آیت اصل و قطعی ہے :-

اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ	صدقہ کا مال (یعنی مال زکوٰۃ) تو کسی کے لئے نہیں ہے ،
وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ	صرف فقیروں کے لئے ہے اور ان کے لئے جو اس کی وصولی
عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ	کے کام پر مقرر کئے جائیں ، اور وہ کہ ان کے دلوں میں (کلمۂ

قُلُوْبُهُمْ وَ فِي الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِيْنَ وَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

حق کی) الفت پیدا کرنی ہے، اور وہ جن کی گردنیں (غلامی کی زنجیروں میں) جکڑی ہیں (اور انہیں آزاد کرانا ہے) نیز قرضداروں کے لئے (جو قرض کے بوجھ سے دب گئے ہوں اور ادا کرنے کی طاقت نہ رکھیں) اور اللہ کی راہ میں (یعنی جہاد کے لئے اور ان تمام کاموں کے لئے جو مثل جہاد کے اعلاء کلمۂ حق کے لئے ہوں) اور مسافروں کے لئے (جو اپنے گھر نہ پہنچ سکتے ہوں اور مفلسی کی حالت میں پڑ گئے ہوں۔ یہ اللہ کی طرف سے ٹھہرائی ہوئی بات ہے اور اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور اپنے تمام حکموں میں) حکمت رکھنے والا ہے۔

اس آیت کے تفسیری نوٹ میں مولانا آزاد فرماتے ہیں :۔

"یہ آٹھ مصارف جس ترتیب سے بیان کئے ہیں اگر غور کروگے تو معلوم ہو جائے گا کہ معاملہ کی قدرتی ترتیب یہی ہے۔ سب سے پہلے ان دو گروہوں کا ذکر کیا جو استحقاق میں سب سے مقدم ہیں۔ کیونکہ زکوٰۃ کا اولین مقصود انہی کی اعانت ہے، یعنی فقراء اور مساکین۔ پھر اس گروہ کا ذکر کیا جس کی موجودگی کے بغیر زکوٰۃ کا نظام قائم نہیں رہ سکتا اور اس اعتبار سے اس کا تقدم ظاہر ہے۔ لیکن چونکہ اس کا استحقاق بالذات نہیں تھا اس لئے اولین جگہ نہیں دی جا سکتی۔ پس دوسری جگہ پائی العاملین علیھا۔ پھر مؤلفۃ قلوبہم کا درجہ ہوا کہ ان کا دل ہاتھ میں لینا ایمان کی تقویت اور حق کی اشاعت کے لئے ضروری تھا۔ پھر غلاموں کو آزاد کرانے، اور قرضداروں کو بارِ قرض سے سبکدوش کرانے کے مقاصد نمایاں ہوئے، جو نسبتاً موقت اور محدود تھے۔ پھر فی سبیل اللہ کا مقصد رکھا گیا کہ مستحقین کی پچھلی جماعتیں کسی وقت مفقود ہو گئی ہوں، یا کم ہو گئی ہوں یا مقتضیاتِ وقت نے ان کی اہمیت کم کر دی ہو یا مالِ زکوٰۃ کی مقدار بہت زیادہ ہو گئی ہو تو ایک جامع اور حاوی مقصد کا دروازہ کھول دیا جائے جس میں دین و امت کے مصالح کی ساری باتیں آجائیں۔ سب کے آخر میں "ابن السبیل"

کی جگہ ہوئی کہ تقدم میں یہ سب سے کم اور مقدار کے لحاظ سے بہت ہی محدود صورت میں پیش آنے والا مصرف تھا۔"

فقراء اور مساکین

آیتِ زکوٰۃ کے ترجمہ میں مولانا آزاد نے فقراء اور مساکین کے لئے دوسرے الفاظ اختیار نہیں کئے کیونکہ عربی میں فقر اور مسکنت سے مقصود احتیاج کی دو مختلف حالتیں ہیں اور ضروری تھا کہ ان کی لغوی نوعیت بجنسہٖ قائم رکھی جائے۔ فقیر اور مسکین کے فرق کو مولانا مرحوم ان الفاظ میں واضح فرماتے ہیں:۔

" فقیر اور مسکین دونوں سے مقصود ایسے لوگ ہیں جو محتاج ہوں، لیکن "فقر" عام ہے اور "مسکنت" کی حالت خاص ہے۔ فقیر اُسے کہیں گے جس کے پاس ضروریاتِ زندگی کے لئے کچھ بھی نہیں۔ لیکن مسکین وہ ہے جس کی احتیاج ابھی اس آخری درجہ تک تو نہیں پہنچی مگر پہنچ جائے گی اگر خبرگیری نہ کی جائے۔"

" فقیر اور مسکین میں اس لحاظ سے بھی فرق ہے کہ فقیر کو سوال کرنے میں عار نہیں ہوتا لیکن مسکین کو اس کی خودداری اور عزتِ نفس طلب والحاح کی اجازت نہیں دیتی۔ صحیحین کی ایک حدیث میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسکین کی یہ تعریف کی ہے کہ الذی لایجد غنی یغنیہ ولایفطن فیتصدق علیہ، ولایقوم فیسال الناس جسے ایسے وسائل میسر نہیں کہ تونگر کر دیں، جس کا فقر ظاہر نہیں کہ لوگ خیرات دیں جو خود سوال کے لئے کھڑا نہیں ہوتا کہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائے اور پھر اسی حدیث میں سورہ بقر کی آیت کی طرف اشارہ فرمایا کہ "یحسبھم الجاھل اغنیاء من التعفف تعرفھم بسیماھم لایسئلون الناس الحافًا۔" ان کی خودداری کا یہ حال ہے کہ ناواقف خیال کرے کہ یہ تو تونگر ہیں، تم انہیں ان کے چہروں سے پہچان لے سکتے ہو مگر وہ لوگوں کے پیچھے پڑکر کبھی سوال نہیں کرتے۔"

" بلاشبہ ایسے علماء دین جو سورۂ بقر کی آیۂ متذکرہ صدر کے مصداق ہوں کہ " الذین احصروا فی سبیل اللہ لایستطیعون ضربًا فی الارض۔" یعنی دین کی تعلیم و خدمت کے لئے وقف ہو گئے ہوں اور فکرِ معیشت کے لئے وقت نہ نکال سکیں "مساکین" میں

ں ہیں بشرطیکہ انہوں نے تعلیم دین کو حصول زر کا پیشہ نہ بنالیا ہو، ما یحتاج سے زیادہ لیتے ہوں اور کسی حال میں خود سائل وساعی نہ ہوتے ہوں۔ نیز وہ تمام افراد جو اُن کی طرح ت دین وامت کے لئے وقف ہو جائیں اور معیشت کا کوئی سامان نہ رکھتے ہوں۔

" قوم کے تمام ایسے افراد جن پر وسائل معیشت کی تنگی کی وجہ سے معیشت کے دروازے بند ہو رہے ہیں اور اگرچہ وہ خود پوری طرح ساعی ہیں لیکن نہ تو نوکری ہی ملتی ہے نہ کوئی اور معیشت نکلتی ہے یقیناً مساکین میں داخل ہیں"

" ایسے افراد بھی جو خوشحال تھے، لیکن کاروبار کی خرابی کی وجہ سے یا کسی اور ناگہانی بیبت کی وجہ سے مفلس ہو گئے ہیں اگرچہ اپنی پچھلی حیثیت کی بنا پر معزز سمجھے جاتے ہوں ساکین" میں داخل ہیں"

ۃ کا ایک مصرف "سبیل اللہ" اور اس کی شرح

زکوٰۃ کے تمام مصارف واضح ہیں، احتیاج تشریح

یں۔ البتہ ساتواں مصرف یعنی "سبیل اللہ" بوجوہ اہمیت رکھتا ہے اور ضروری ہے کہ اس شرح کردی جائے۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں:۔

"قرآن کی اصطلاح میں وہ تمام کام جو براہِ راست دین وملت کی حفاظت اور ویت کے لئے ہوں، سبیل اللہ کے کام ہیں اور چونکہ حفظ وصیانت امت کا سب سے یادہ ضروری کام دفاع ہے اس لئے زیادہ تر اطلاق اسی پر ہوا۔ پس اگر دفاع درپیش ہے رامام وقت اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ مدِ زکوٰۃ سے مدد لی جائے تو اس میں خرچ جائے گا۔ ورنہ دین وامت کے عام مصالح میں مثلاً قرآن اور علوم دینیہ کی ترویج واشاعت ، مدارس کے اجراء وقیام میں، دعاۃ ومبلغین کے قیام وترسیل میں، ہدایت وارشاد، ت کے تمام مفید وسائل میں"

" فقہاء ومفسرین کا ایک گروہ اسی طرف گیا ہے اور بعضوں نے تو اسے اس درجہ م کردیا کہ مسجد، کنواں، پل اور تمام اس طرح کی تعمیرات خیریہ بھی اس میں داخل ہیں۔ وقیل ن اللفظ عام فلا یجوز قصرہ علی نوع خاص ویدخل فیہ جمیع وجوہ الخیر

من تکفین الموتی وبناء الجسور والحصون وعمارة المساجد ذٰلک (نیل الاوطار)

فقہاء حنفیہ میں سے صاحب فتاویٰ ظہیریہ لکھتے ہیں المراد طلبۃ العلم اور صاحب بدائع کے نزدیک وہ تمام کام جو نیکی اور خیرات کے لئے ہوں اس میں داخل ہیں "

زکوٰۃ کی تقسیم

اس سلسلے میں ایک اہم سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ زکوٰۃ کی ہر رقم ان تمام مصارف میں وجوباً تقسیم کی جائے یا یہ کہ جس مصرف میں خرچ کرنا ضروری ہو اس میں خرچ کی جائے؟ اس سوال کے جواب میں مولانا ابوالکلام آزاد فرماتے ہیں :-

" اس بارے میں فقہاء نے اختلاف کیا لیکن جمہور کا مذہب یہی ہے کہ تمام مصارف میں بیک وقت تقسیم کرنا ضروری نہیں، جس وقت جیسی حالت اور جیسی ضرورت ہو اسی کے مطابق خرچ کرنا چاہیئے اور یہی مذہب قرآن وسنت کی تصریحات اور روح کے مطابق ہے۔ ائمہ اربعہ میں صرف امام شافعی اس کے خلاف گئے ہیں "

فریضۂ عظیمہ دفاع اور زکوٰۃ

مصارف زکوٰۃ میں ایک مصرف "سبیل اللہ" ہے اور معلوم ہو چکا کہ وہ تمام کام جو دین وملت کی حفاظت وصیانت اور تقویت کے ہوں، سبیل اللہ کے کام ہیں۔ مثلاً ملک وملت کے دفاع کا مسئلہ سامنے آگیا ہے یا ایک قوی دشمن سے مقابلہ کی تیاری مقصود ہے، اگرچہ فوری طور پر حملہ کا کوئی خطرہ نہیں البتہ احتیاط اور پیش بندی کا تقاضا ہے کہ اس کے مقابلے کے لئے تمام ضروری اور ہمہ قسم کے جدید ترین جنگی سازوسامان سے تیار رہا جائے تو فقہاء جمہور اور ائمہ اربعہ الا امام شافعی کا مسلک یہی ہے کہ زکوٰۃ کی ساری رقم بھی اس مد میں خرچ کی جا سکتی ہے۔ اگرچہ حکومت وقت نے جنگی اور دفاعی اخراجات کے لئے کتنے ہی ٹیکس لگائے ہوں اور رضاکارانہ طور پر بھی لوگوں نے اس مصرف میں فراخدلانہ حصہ لیا ہو۔ یہاں سوال صرف جواز کا ہے کسی خاص صورت میں فتویٰ کا نہیں۔

بلاشبہ حکومت اپنے کاموں کو چلانے اور ملک وقوم کی ترقی کے لئے مختلف قسم کے ٹیکس لگاتی ہے۔ اس میں ملک وملت کی حفاظت ودفاع بھی شامل ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آجاتا کہ چونکہ حکومت دفاع اور جنگی تیاریوں کے لئے ٹیکس وصول کرتی ہے

اس لئے قرآن نے زکوٰۃ کے باب میں "سبیل اللہ" کے جامع لفظ سے مصرف زکوٰۃ کا جو دروازہ کھولا ہے (جس میں حفظ و صیانت امت اور دفاع ملک کی جملہ ضروریات اور تیاریاں نہ صرف شامل ہیں بلکہ انہیں تقدم حاصل ہے) اس میں مدِ زکوٰۃ سے کوئی رقم خرچ نہ کی جائے۔ اگر کوئی ایسا خیال کرتا ہے تو یہ اس کے فہم کا بہت بڑا قصور ہے۔ اور یہ کہا جائے گا کہ اس نے حفظ و دفاع ملت کی اہمیت کو سمجھا ہی نہیں۔

اس قسم کے مواقع قوم کی زندگی میں کبھی کبھی آتے ہیں، ایسے اہم اور نازک مواقع پر اس قسم کی نکتہ آفرینیاں کہ چونکہ فلاں فلاں مصارف کے لئے حکومت ٹیکس لیتی ہے، اس لئے زکوٰۃ کی رقم اس میں خرچ نہیں کی جا سکتی، ملتِ اسلامیہ کے لئے مہلک اور خطرناک ہے۔ اگر قومی اور اجتماعی زندگی کے ایسے نازک لمحات میں قصورِ فہم کی بناء پر کوتاہی عمل ہو تو ممکن ہے کہ فقراء و مساکین کی امداد، مسافروں کی اعانت، قرآن اور علوم دینیہ کی ترویج و اشاعت، مدارس دینیہ کے اجراء و قیام، دعاۃ و مبلغین کے قیام و ترسیل اور ہدایت و ارشادِ امت کے وسائل کے اہتمام کی کبھی ضرورت ہی نہ پیش آسکے اور ہماری غفلت اور کوتاہی عمل وہ حالات پیدا کر دے جس کے بعد مسلمانوں اور اسلامی زندگی کا وجود و نشان ہی باقی نہ رہے۔

ہاں! حکومت کے ان مصارف پر ضرور نظر رکھنی چاہیئے، جہاں حکومت زکوٰۃ کی یہ رقم خرچ کرتی ہے اور دیکھنا چاہیئے کہ حکومت کے پیش مصارف کا مسلمانوں کی اجتماعی زندگی، ملک کے دفاع، ملت کی حفاظت اور قوم کے عمومی مفاد سے کیا تعلق ہے؛ اگر تعلق نہیں ہے تو یقیناً یہ زکوٰۃ کا صحیح مصرف نہیں ہے۔ حکومت اس کے لئے عند اللہ مسئول ہوگی اور اگر علماء کرام اس موقعہ پر فریضۂ تبلیغ حق ادا کرنے سے قاصر رہیں تو وہ اللہ کے نزدیک مجرم ہوں گے۔ لیکن اگر کوئی ایسا کام ہے جو دین و ملت کی حفاظت و تقویت کے لئے ہو تو وہ "سبیل اللہ" میں داخل ہے اور اسلامی حکومت زکوٰۃ کی رقم کا کل یا جز اس کام میں صرف کر سکتی ہے۔ مولانا آزاد فرماتے ہیں:۔

"چونکہ حفظ و صیانت امت کا سب سے زیادہ ضروری کام دفاع ہے اس لئے

(سبیل اللہ کا) زیادہ تر اطلاق اسی پر ہوا۔ پس اگر دفاع درپیش ہے اور امام وقت اس کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ مدِ زکوٰۃ سے لی جائے تو اس میں خرچ کیا جائے گا ورنہ دین وامت کے عام مصالح میں۔"

مذکورہ تمام کام تو وہ ہیں، جو قرآن کے بتائے ہوئے زکوٰۃ کے ایک بڑے مصرف "سبیل اللہ" میں آتے ہیں۔ اگرچہ حکومت ان کاموں کے لئے ٹیکس بھی وصول کرتی ہو لیکن اسے اختیار ہوگا کہ وہ مدِ زکوٰۃ کی کل رقم یا اس کے کسی جز کو ہنگامی حالات میں جنگی اور دفاعی مصارف میں استعمال کرلے۔ بلکہ ملک وقوم کی حفاظت ودفاع کا فریضہ اتنا اہم ہے کہ اگر حکومت ضرورت محسوس کرے تو وہ قومی آمدنی اور بجٹ کا کوئی حصّہ اور کسی شرح سے بھی بشمول زکوٰۃ وصول کرسکتی ہے۔

معلوم کرنا چاہئے کہ زکوٰۃ کے بارے میں جن اہم اور عمدہ مصلحتوں کی سب سے زیادہ رعایت کی گئی ہے وہ دو ہیں۔ ان میں سے ایک کا تعلق تہذیبِ نفس سے ہے۔ اور وہ یہ کہ نفوسِ انسانی کے اندر عموماً بخل کی خصلت موجود ہوا کرتی ہے۔ اور ظاہر کہ بخل ایک بدترین وصف اور بدترین آفت ہے۔ جو معاد وآخرت میں انسان کے لئے سخت مضرت رساں ہے۔ بخیل کا قلب موت کے وقت بھی مال ودولت کی محبّت میں اُلجھا رہتا ہے۔ اور اسی الجھاؤ کی وجہ سے عذاب دیا جاتا ہے۔ جو شخص زکوٰۃ کا عادی بن جاتا ہے بخل کی خصلت اور عادت کو دور کردیتا ہے اور زکوٰۃ کے ذریعہ اس کا ازالہ کردیتا ہے۔ اس کے حق میں یہ چیز ایک بہترین نفع بخش چیز بن جاتی ہے۔

(حجۃ اللہ البالغہ)